13

بِسْمِ اللّٰہ ہر برکت کی کلید ہے اَور اس سے فائدہ اٹھانا ہر مومن کا فرض ہے

(فرمودہ 24/اپریل 1953ء بمقام ربوہ)

تشہّد، تعوذ اور سورہ فاتحہ کی تلاوت کے بعد فرمایا۔

" دو جمعوں کا ناغہ کرنے کے بعد میں آج مسجد میں آ سکا ہوں ۔ اس کی مسلسل وجہ تو میرے پاؤں کا زخم ہے۔ برابر پانچواں ماہ چل رہا ہے اور یہ اچھا ہونے میں نہیں آتا۔ لیکن پچھلے چند دنوں سے تکلیف بہت زیادہ ہو گئی تھی۔ کیونکہ انگوٹھے کا ناخن نیچے کی طرف بڑھ کر گوشت کے اندر گھس گیا تھا اور بوجہ وہاں کی جلد کے ذکیُّ الْحِس ہونے کے اور ناخن کے جُڑا ہوا ہونے کے وہ گوشت سے باہر نہیں نکالا جا سکتا تھا۔ چنانچہ متواتر کئی دن ناخن کاٹنے والے آلہ کو ریتی کی طرح استعمال کر کے ناخن ہٹایا گیا۔

یہ مرض ایسا ہے کہ جو لوگ طب نہیں جانتے انہیں حیرت آتی ہو گی کہ یہ عجیب مرض ہے کہ ٹھیک ہونے میں نہیں آتا۔ پہلے ہمیں بھی حیرت ہوتی تھی لیکن بعد میں معلوم ہوا کہ اس مرض میں ناخن کا اگلا حصہ ٹیڑھا ہو جاتا ہے اور جب بڑھتا ہے نیچے کی طرف بڑھتا ہے اور گوشت میں گھس

جاتا ہے۔ جس کی وجہ سے اس کے کاٹنے میں بہت دقت ہوتی ہے۔ اگر یہ ناخن کٹ جائے تو تکلیف کم ہوجاتی ہے اور اگر بڑھ جائے تو تکلیف بڑھ جاتی ہے۔ جیسے مجھے تکلیف ہوئی ہے میرا ناخن چاول کے برابر گوشت کے اندر گھس گیا تھا۔ انگریزی میں اسے Nail in toe کہتے ہیں۔ انگریزی طب میں ان کا علاج بیہوش کر کے ناخن نکال دینے کے ذریعہ سے کرتے ہیں۔ بیہوشی سے مجھے ساری عمر گھبراہٹ رہی ہے۔ اس لیے میں اس طرف مائل نہیں ہوتا اور زخم یوں اچھا نہیں ہوتا۔ ہومیو پیتھک طب والے لکھتے ہیں کہ بعض اوقات اس کا علاج دوائیوں سے بھی ہوجاتا ہے۔ میں نے لاہور میں ایک ہومیو پیتھک ڈاکٹر کو کہلا بھیجا ہے کہ وہ اس مرض کا علاج تجویز کرے۔ لاہور جا کر کسی سرجن کو دکھاتا تو شاید کوئی صورت علاج کی نکل آتی۔ لیکن لاہور میں مارشل لاء ہونے کی وجہ سے میرا جانا مناسب نہیں۔ مارشل لاء ہونے کی وجہ سے پہریدار ساتھ نہیں جاسکتے کیونکہ ان کے پاس ہتھیار ہوتے ہیں جن کی وہاں اجازت نہیں۔ بہرحال مارشل لاء کی وجہ سے کئی دقتیں ہیں جن کی وجہ سے میں لاہور نہیں جاسکتا۔ پھر پچھلے آٹھ دنوں سے دردوں کی تکلیف بھی زیادہ ہوگئی ہے۔ اس کی زیادہ تر وجہ تو یہ ہے کہ آجکل رات کو سردی ہوتی ہے اور دن کو گرمی ہوتی ہے اور موسم بدلنے کی وجہ سے دردوں کی تکلیف بڑھ جاتی ہے۔ بہرحال ناخن کا نیچے کی طرف بڑھ جانا اور زخم کا اچھا نہ ہونا، اسی طرح موسم کی تبدیلی کی وجہ سے جوڑوں کے دردوں کے بڑھ جانے کی وجہ سے پچھلے دو جمعے مَیں مسجد میں نہیں آسکا۔ آج بھی اس لیے آیا ہوں کہ پرسوں ہم ناخن کاٹنے میں کامیاب ہوگئے ہیں۔ پہلے ناخن گوشت کے اندر گُھسا ہوا تھا۔ جب میں چلتا تھا وہ تکلیف دیتا تھا اب وہ کاٹ دیا گیا ہے۔ اگرچہ اب بھی زخم ٹھیک نہیں ہوا لیکن ناخن گوشت کے اندر نہ ہونے کی وجہ سے تکلیف کم ہوگئی ہے۔ جب ناخن بڑھے گا تو اللہ تعالیٰ جانتا ہے کیا ہوگا۔ جب بڑھے گا بہرحال زخم سے ٹکرائے گا اور تکلیف زیادہ ہوگی۔

میں نے پچھلے خطبہ میں جماعت کو اس طرف توجہ دلائی تھی کہ **بِسْمِ اللّٰہ** روحانی ترقی کے لیے بڑی بھاری چیز ہے۔ اسی لیے رسول کریم ﷺ نے فرمایا ہے کہ اگر ہر اہم کام سے پہلے **بِسْمِ اللّٰہ** نہ پڑھی جائے تو اس کام میں برکت نہیں ہوتی[1]۔ برکت سے یہ مراد نہیں کہ وہ کام ہوتا نہیں کیونکہ عیسائی بھی **بِسْمِ اللّٰہ** نہیں پڑھتے اور ان کے کام ہوجاتے ہیں۔ ہندو بھی **بِسْمِ اللّٰہ** نہیں پڑھتے

لیکن ان کے کام ہو جاتے ہیں۔ یہودی بھی بِسْمِ اللّٰہ نہیں پڑھتے لیکن ان کے کام ہو جاتے ہیں۔ پس بِسْمِ اللّٰہ کے نہ پڑھنے سے کام کے بے برکت ہونے کے یہ معنے نہیں کہ کام نہیں ہوتا بلکہ اس کے یہ معنے ہیں کہ دنیا میں جتنے بھی کام ہیں وہ مختلف جہات کے ساتھ تعلق رکھتے ہیں۔ بظاہر وہ ایک شکل کے ہوتے ہیں لیکن جہت کے ساتھ اُن کی نوعیت بدل جاتی ہے۔ میں اس کی ایک موٹی مثال دیتا ہوں۔ مثلاً روٹی ہے۔ ہمیں بھوک لگتی ہے تو روٹی کھاتے ہیں لیکن ایک فقیر کسی کے گھر پر جا کر روٹی مانگتا ہے تو کئی کنجوس عورتیں کہہ دیتی ہیں کہ دفع ہو۔ آپ تو کھانے کو ملتا نہیں تمہیں کہاں سے دیں۔ کئی نرم دل عورتیں ہوتی ہیں وہ یہ تو نہیں کہتیں دفع ہو لیکن وہ اُس فقیر کے آگے اس طرح روٹی کو پھینک دیتی ہیں جیسے کُتّے کے آگے ٹکڑا ڈالا جاتا ہے۔ اب وہ روٹی بھی انسان کا پیٹ اُسی طرح بھرتی ہے جیسے اپنی کمائی سے پکائی ہوئی روٹی۔ مگر دونوں روٹیوں میں کتنا بڑا فرق ہے۔ ایک تو انسان کے آگے کُتّے کی طرح پھینک دی جاتی ہے اور ایک عزت و احترام سے ملتی ہے۔ پھر ایک اَور رحم دل عورت ہوتی ہے جو روٹی پھینکتی نہیں بلکہ فقیر کو ایک چپاتی دے دیتی ہے اور ساتھ ہی کہتی ہے کہ اللہ تعالیٰ تمہارا بھلا کرے۔ پھر ایک اَور رحم دل عورت ہوتی ہے وہ فقیر کو روٹی بھی دیتی ہے اور اس پر سالن بھی ڈال دیتی ہے۔ پھر ایک اس سے بھی زیادہ معزز اور شریف عورت ہوتی ہے۔ وہ فقیر سے کہتی ہے کہ آؤ اندر بیٹھ جاؤ اور پھر اُس کے آگے کھانا رکھوا دیتی ہے اور کہتی ہے آرام سے بیٹھ کر کھالو۔

اب یہ سب روٹیاں مانگنے سے ملی ہیں۔ لیکن ان سب میں زمین و آسمان کا فرق ہے۔ ایک مانگنے والے کو گالیاں ملتی ہیں۔ ایک کو کُتّے کی طرح روٹی پھینک دی جاتی ہے۔ ایک کو روٹی ملتی ہے اور ایک کو روٹی کے ساتھ سالن بھی مل جاتا ہے۔ ایک اَور نے مانگا تو گھر کی مالکہ نے اسے اندر بٹھا لیا اور عزت کے ساتھ کھانا کھلایا۔ پھر وہی روٹی عورتیں اپنے خاوندوں کے آگے رکھتی ہیں، اپنے بیٹوں کے آگے رکھتی ہیں تو کتنی محبت کے ساتھ رکھتی ہیں۔ اب روٹی ایک ہے لیکن اس کے ملنے کا طریق مختلف ہے۔ ایک عورت روٹی تو دیتی نہیں لیکن مانگنے والے کو گالیاں دیتی ہے اور کہتی ہے کہ اس نے کتنا تنگ کر رکھا ہے۔ ایک روٹی دیتی ہے اور کہتی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ہم پر فضل کیا اور ہمیں کھانا دیا۔ اگر وہ ہمیں نہ دیتا تو ہم کہاں سے کھاتے ایک عورت روٹی دیتی ہے اور ساتھ ساتھ یہ کہتی جاتی ہے یہ شخص کتنا غریب ہے کہ دوسرے لوگوں سے مانگتا پھرتا ہے، اللہ تعالیٰ

اس کے دن بھی پھیرے اور اس کو عزت کی روٹی دے۔ ایک اَور عورت روٹی دیتی ہے تو کہتی ہے یہ شخص ہمارا ہی بھائی ہے، اس کی شامتِ اعمال ہے کہ دوسروں سے کھانا مانگتا پھرتا ہے، اس کو کسی گناہ کی وجہ سے ایسا کرنا پڑتا ہے۔ ہم بھی اسی کی طرح انسان ہیں اگر ہمیں بھی دوسروں کے گھروں پر جانا پڑتا تو ہمارا کیا حال ہوتا۔ اللہ تعالیٰ نے ہمیں مانگنے سے بچایا ہے، اس نے ہم پر فضل کیا ہے۔ اب ہمارا فرض ہے کہ ہم اسے بھی کھانے کے لیے دیں۔ پھر ایک عورت اپنے بچہ کو روٹی دیتی ہے اور کہتی جاتی ہے "اماں صدقے جائے، اماں قربان جائے" اَور کھاؤ، ابھی تو تم نے کچھ بھی نہیں کھایا۔ پھر ایک عورت "ماں واری ماں صدقے" تو نہیں کہتی کیونکہ کھانے والا اُس کا خاوند ہوتا ہے وہ اسے کھانا دیتی ہے اور کہتی ہے یہ انہی کا کمایا ہوا ہے، ہمارے گھر میں تو رونق اور برکت ہی اِنہی سے ہے، اِنہی کے ذریعہ خدا تعالیٰ نے ہمیں کھانے کو دیا ہے۔ اب روٹی تو ایک جیسی ہی ہوتی ہے لیکن اس کے ملنے میں زمین و آسمان کا فرق ہو جاتا ہے۔

یہی دوسری نعماء کا حال ہے۔ دنیا کی جتنی نعمتیں ہوتی ہیں یا جتنے کام ہوتے ہیں وہ مختلف ذریعوں سے ہوتے ہیں۔ بعض بڑے کام ایسے ہوتے ہیں کہ ان میں کوئی دوسری قوم مدد کرے تب وہ مکمل ہوتے ہیں۔ مثلاً پولینڈ پر حملہ ہوا تو پولینڈ کی طرف سے فرانسیسی اور انگریز بھی لڑے۔ اب لڑے تو پولینڈ والے بھی لیکن جو شان ایک فرانسیسی اور ایک انگریز کو حاصل تھی وہ پولینڈ والوں کو حاصل نہیں تھی۔ فرانسیسی اور انگریز سمجھتے تھے کہ ہم محسن ہیں اور ان لوگوں کی جانیں بچانے والے ہیں۔ یہ لوگ دشمن کا مقابلہ نہیں کر سکتے تھے۔ ہم ان پر رحم کر کے جنگ میں شامل ہو گئے اور ان کے ساتھ مل کر ان کے دشمن کا مقابلہ کیا۔ اب بات تو ایک ہی تھی لیکن حیثیت الگ الگ تھی۔ اِسی طرح دنیا میں بسا اوقات ایسا ہوتا ہے کہ ایک شخص کی گورنمنٹ پنشن لگا دیتی ہے ہمارے ہاں تو یہ رواج نہیں لیکن یورپ میں ایسا ہوتا ہے کہ جب کوئی شخص 60 سال کا ہو جاتا ہے اور اُس کی کوئی کمائی نہیں ہوتی۔ تو گورنمنٹ اس کو کچھ رقم بطور پنشن دے دیتی ہے وہ اسی سے روٹی کھاتا ہے۔ اور ایک دوسرا شخص جس نے اپنی کمائی سے روپیہ جمع کیا ہوا ہے وہ بھی روٹی کھاتا ہے لیکن کہتا ہے میری محنت نے مجھے روٹی دی ہے۔ اور دوسرا شخص کہتا ہے مجھ پر حکومت نے رحم کر کے پنشن مقرر کر دی ہے۔ کئی مالدار لوگ قانوناً پنشن کے حقدار ہوتے ہیں لیکن وہ ایسی رقم کے لینے میں اپنی ہتک تصور کرتے ہیں۔

دوسرے لوگ حکومت کے شکر گزار ہوتے ہیں کہ اس نے بڑھاپے میں گزر اوقات کے لیے پنشن مقرر کر دی۔ رقم ایک ہی ہے لیکن ایک اپنی بنک میں جمع شدہ رقم سے ملی اور ایک حکومت کی طرف سے بطور امداد ملی۔

اِسی طرح دنیا کی دوسری نعماء کا حال ہے۔ کچھ نعمتیں بندوں کی طرف سے ملتی ہیں اور کچھ خدا تعالیٰ کی طرف سے ملتی ہیں۔ مثلاً حضرت ابوبکرؓ مسلمانوں کے بادشاہ تھے۔ جب مسلمانوں نے انہیں اپنا خلیفہ تسلیم کر لیا تو آپ کے والد جو فتح مکہ تک اسلام میں داخل نہیں ہوئے تھے فتح مکہ پر ایمان لائے تھے اور انہوں نے مدینہ کی طرف ہجرت بھی نہیں کی تھی انہیں بھی مکہ میں یہ خبر پہنچی۔ حضرت ابوبکرؓ تھے تو ایک شریف خاندان میں سے لیکن حاکم خاندان میں سے نہیں تھے۔ ان حاکم خاندانوں میں سے ایک خاندان تو محمد رسول اللہ ﷺ کا تھا۔ ایک خاندان حضرت عمرؓ کا تھا۔ اسی طرح طلحہؓ اور زبیرؓ کے خاندان تھے معاویہؓ کا خاندان تھا۔ ابوجہل کا خاندان تھا اور حضرت ابوبکرؓ ان خاندانوں میں سے کسی ایک کی نسل میں سے نہ تھے۔ لیکن تھے ایک شریف خاندان میں سے۔ جب رسول کریم ﷺ فوت ہوئے اور حضرت ابوبکرؓ خلیفہ ہوئے تو ایک آدمی یہ پیغام لے کر مکہ پہنچا۔ مجلس بیٹھی تھی جس میں رؤساء بھی تھے اور اُن کے درباری بھی۔ انہیں اس پیغامبر نے اطلاع دی کہ رسول کریم ﷺ فوت ہو گئے ہیں۔ لوگوں پر رعشہ طاری ہو گیا اور وہ گھبرائے اور کہا اب کیا ہوگا؟ پیغامبر نے کہا کوئی بات نہیں آپ کا خلیفہ مقرر کر دیا گیا ہے۔ ان لوگوں نے کہا کون خلیفہ مقرر ہوا ہے؟ تو اس پیغامبر نے کہا حضرت ابوبکرؓ کو خلیفہ مقرر کیا گیا ہے۔ حضرت ابوبکرؓ کے والد کی کُنیت ابوقحافہ تھی۔ ابوقحافہ نے دریافت کیا کون ابوبکرؓ؟ اس نے کہا ابوبکرؓ تمہارا بیٹا۔ ابوقحافہ یہ سمجھ بھی نہیں سکتے تھے کہ وہ سردار خاندان جو ہر وقت اپنی بڑائی کے قصیدے پڑھتے تھے۔ ابوبکرؓ کی بیعت کر لیں گے۔ جب انہیں بتایا گیا کہ تمہارے بیٹے ابوبکرؓ خلیفہ ہو گئے ہیں تو وہ کہنے لگے کیا بنو ہاشم نے اُس کی بیعت کر لی ہے؟ پیغامبر نے کہا ہاں۔ ابوقحافہ نے کہا کیا بنوامیہ نے اس کی بیعت کر لی ہے؟ اس نے کہا ہاں۔ پھر ابوقحافہ نے کئی اَور خاندانوں کے نام لئے۔ جب سب کے متعلق پیغامبر نے کہا کہ انہوں نے بیعت کر لی ہے تو ابوقحافہ نے کہا۔ اَشْھَدُ اَنْ لَّآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَ اَشْھَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُہٗ وَ رَسُوْلُہٗ۔[2]

گویا اُس دن تک ابو قحافہ پکے مسلمان نہیں ہوئے تھے۔ جب انہوں نے دیکھا کہ اسلام کی وجہ سے عربوں میں اس قسم کا عظیم الشان تغیر پیدا ہو گیا ہے کہ سردار خاندان بھی ابو بکرؓ کے ہاتھ پر بیعت کر چکے ہیں تو اس نے کہا اب میں سمجھ گیا ہوں کہ رسول کریم ﷺ خدا تعالیٰ کی طرف سے تھے۔ اگر سب سردار خاندان میرے بیٹے ابو بکرؓ کی بیعت کر لیتے ہیں تو یہ محمد رسول اللہ ﷺ کی صداقت کا بہت بڑا نشان ہے۔

اب دیکھو! ابو بکر بادشاہ بن گئے۔ لیکن انکا باپ یہ سمجھتا تھا کہ ان کا بادشاہ ہونا ناممکن ہے۔ کیونکہ انہیں بادشاہت خدا تعالیٰ کی طرف سے ملی تھی۔ اِس کے مقابلہ میں تیمور بھی ایک بڑا بادشاہ تھا لیکن وہ اپنی دنیوی تدابیر کی وجہ سے بادشاہ ہوا تھا نپولین بھی بڑا بادشاہ تھا لیکن وہ اپنی محنت اور دنیوی تدابیر سے بادشاہ بن گیا تھا۔ نادر شاہ بھی بڑا بادشاہ تھا لیکن اسے بھی بادشاہت اپنی ذاتی محنت اور کوشش اور دنیوی تدابیر سے ملی تھی۔ پس بادشاہت سب کو ملی۔ لیکن ہم کہیں گے تیمور کو بادشاہت آدمیوں کے ذریعہ ملی۔ لیکن ابو بکرؓ کو بادشاہت خدا تعالیٰ سے ملی۔ ہم کہیں گے نپولین کو بادشاہت دنیوی تدابیر سے ملی تھی لیکن حضرت عمرؓ کو بادشاہت خدا تعالیٰ سے ملی۔ ہم کہیں گے چنگیز خان کو بادشاہت دنیوی ذرائع سے ملی تھی لیکن حضرت عثمانؓ کو بادشاہت خدا تعالیٰ نے دی۔ ہم کہیں گے نادر شاہ دنیوی تدابیر سے بادشاہ بنا تھا لیکن حضرت علیؓ کو بادشاہت خدا تعالیٰ نے دی۔

پس بادشاہت سب کو ملی، دنیوی بادشاہوں کا بھی دبدبہ تھا، رُعب تھا۔ اُن کا بھی قانون چلتا تھا اور خلفاء کا بھی۔ بلکہ اُن کا قانون ابو بکرؓ، عمرؓ، عثمانؓ اور علیؓ سے زیادہ چلتا تھا۔ لیکن یہ خدا تعالیٰ کی طرف سے بادشاہ مقرر ہوئے تھے اور وہ آدمیوں کے ذریعہ بادشاہ ہوئے تھے۔ پس جب رسول کریم ﷺ نے فرمایا کہ جو شخص کسی اہم کام سے پہلے بِسْمِ اللّٰہ نہیں پڑھتا اسے برکت نہیں مل سکتی۔ تو اِس کا یہ مطلب نہیں تھا کہ وہ اپنے مقصد میں ناکام رہتا ہے۔ بلکہ اس کا مطلب یہ تھا کہ اسے وہ مقصد خدا تعالیٰ سے نہیں مل سکتا۔ جو بادشاہت خدا تعالیٰ کے ذریعہ ملنے والی تھی وہ حضرت ابو بکرؓ، عمرؓ، عثمانؓ اور علیؓ کو ملی۔ ان کے سوا دوسرے لوگوں کو نہیں ملی۔ دوسروں کو جو بادشاہت ملی وہ شیطان سے ملی یا انسانوں سے ملی۔ ورنہ لینن، سٹالن اور مالنکوف[3] نے بِسْمِ اللّٰہ نہیں

پڑھی۔لیکن بادشاہت ان کو بھی ملی۔روزویلٹ ،ٹرومین اورآئزن ہاور نے بھی بِسْمِ اللّٰہ نہیں پڑھی لیکن بادشاہت ان کو بھی ملی۔وہ بِسْمِ اللّٰہ کو جانتے بھی نہیں اور نہ بِسْمِ اللّٰہ کی ان کے دلوں میں کوئی قدر ہے۔پس جب رسول کریم ﷺ نے فرمایا کہ بِسْمِ اللّٰہ پڑھنے کے بغیر برکت نہیں ملتی تو اس کا یہ مطلب تھا کہ اسے خدا تعالیٰ کی طرف سے کچھ نہیں ملتا۔خدا تعالیٰ کی طرف سے صرف اسی کو ملتا ہے جو ہر اہم کام سے پہلے بِسْمِ اللّٰہ پڑھ لیتا ہے۔اب ہر شخص یہ سمجھ سکتا ہے کہ خدا تعالیٰ کی طرف سے ملنے والی چیز زیادہ برکت والی ہوتی ہے یا بندوں سے ملنے والی چیز زیادہ برکت والی ہوتی ہے۔انسانی تدابیر سے حاصل کی ہوئی بادشاہت بند بھی ہوسکتی ہے لیکن خدا تعالیٰ کی دی ہوئی بادشاہت بند نہیں ہوسکتی۔

یزید بھی ایک بادشاہ تھا اُسے کتنا غرور تھا، اُسے طاقت کا کتنا دعویٰ تھا۔ اس نے رسول کریم ﷺ کے خاندان کو تباہ کیا۔اس نے آپ کی اولاد کو قتل کیا اور اس کی گردن نیچے نہیں ہوتی تھی۔وہ سمجھتا تھا کہ میرے سامنے کوئی نہیں بول سکتا۔حضرت ابوبکرؓ بھی بادشاہ ہوئے لیکن ان میں عجز تھا، انکسار تھا۔آپؓ فرماتے تھے مجھے خدا تعالیٰ نے لوگوں کی خدمت کے لیے مقرر کیا ہے۔ اور خدمت کے لیے جتنی مہلت مجھے مل جائے اُس کا احسان ہے۔لیکن یزید کہتا تھا مجھے میرے باپ سے بادشاہت ملی ہے۔میں جس کو چاہوں ماردوں اور جس کو چاہوں زندہ رکھوں۔ بظاہر یزید اپنی بادشاہت میں حضرت ابوبکرؓ سے بڑھا ہوا تھا۔وہ کہتا تھا میں خاندانی بادشاہ ہوں۔کس کی طاقت ہے کہ میرے سامنے بولے۔لیکن حضرت ابوبکرؓ فرماتے تھے کہ میں اِس قابل کہاں تھا کہ بادشاہ بن جاتا۔ مجھے جو کچھ دیا ہے خدا تعالیٰ نے دیا ہے۔میں اپنے زور سے بادشاہ نہیں بن سکتا تھا۔میں ہر ایک کا خادم ہوں۔میں غریب کا بھی خادم ہوں اور امیر کا بھی خادم ہوں۔اگر مجھ سے کوئی غلطی سرزد ہو تو مجھ سے اس کا ابھی بدلہ لے لو۔قیامت کے دن مجھے خراب نہ کرنا۔ایک سننے والا کہتا ہوگا یہ کیا ہے۔اسے تو ایک نمبردار کی سی حیثیت بھی حاصل نہیں۔لیکن وہ یزید کی بات سنتا ہوگا تو کہتا ہوگا یہ باتیں ہیں جو قیصروکسریٰ والی ہیں۔لیکن جب حضرت ابوبکرؓ فوت ہوگئے تو اُن کے بیٹے، اُن کے پوتے اور پڑپوتے پھر پڑپوتوں کے بیٹے اور پھر آگے وہ نسل جس میں پوتا اور پڑپوتا کا سوال ہی باقی نہیں رہتا وہ برابر ابوبکرؓ سے اپنے رشتہ پر فخر کرتے تھے۔ پھر اُن کو بھی جانے دو۔وہ لوگ جو

ابوبکرؓ کی طرف منسوب بھی نہیں، جو آپ کے خاندان کو بھی کبھی نہیں ملے وہ بھی آپ کے واقعات پڑھتے ہیں تو آج تک ان کی آنکھوں میں آنسو آجاتے ہیں۔ ان کی محبت جوش میں آجاتی ہے۔ کوئی شخص آپ کو بُرا کہہ دے تو ان کا خون کھولنے لگتا ہے۔ غرض اولاد تو الگ رہی غیر بھی اپنی جان ان پر نثار کرنے پر تیار ہو جاتے ہیں۔ ہر کلمہ گو جب آپ کا نام سنتا ہے تو کہتا ہے رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ۔ مگر وہ فخر کرنے والا یزید جو اپنے آپ کو بادشاہ ابنِ بادشاہ کہتے ہوئے نہیں تھکتا تھا جب فوت ہوا تو لوگوں نے اُس کے بیٹے کو اُس کی جگہ بادشاہ بنا دیا۔ جمعہ کا دن آیا تو وہ ممبر پر کھڑا ہوا اور کہا کہ اے لوگو! میرا دادا اُس وقت بادشاہ بنا جب اُس سے زیادہ بادشاہت کے مستحق لوگ موجود تھے۔ میرا باپ اُس وقت بادشاہ بنا جب اُس سے زیادہ مستحق لوگ موجود تھے۔ اب مجھے بادشاہ بنا دیا گیا ہے حالانکہ مجھ سے زیادہ مستحق لوگ موجود ہیں۔ اے لوگو! مجھ سے یہ بوجھ اٹھایا نہیں جاتا۔ میرے باپ اور میرے دادا نے مستحقین کے حق مارے ہیں لیکن میں اُن کے حق مارنے کو تیار نہیں۔ تمہاری خلافت یہ پڑی ہے جس کو چاہو دے دو۔ میں نہ اِس کا اہل ہوں اور نہ اپنے باپ دادا کو اس کا اہل سمجھتا ہوں۔ انہوں نے جابرانہ اور ظالمانہ طور پر حکومت پر قبضہ کیا تھا۔ میں اب حقداروں کو ان کا حق واپس دینا چاہتا ہوں۔ یہ کہہ کر گھر چلا گیا[4]۔ اس کی ماں نے جب یہ واقعہ سنا تو کہا۔ کمبخت! تُو نے تو اپنے باپ دادا کی ناک کاٹ دی۔ اس نے جواب دیا۔ ماں! اگر خدا تعالیٰ نے تجھے عقل دی ہوتی تو تُو سمجھتی کہ میں نے باپ دادا کی ناک نہیں کاٹی۔ میں نے ان کی ناک جوڑ دی ہے۔ اس کے بعد وہ اپنے گھر میں گوشہ نشین ہو کر بیٹھ گیا اور مرتے دم تک گھر سے باہر نہیں نکلا۔

اب کُجا یزید کا یہ کہنا کہ میرے سامنے کوئی بول نہیں سکتا اور کُجا اُس کے بیٹے کا یہ کہنا کہ وہ غاصب اور ظالم تھا۔ صحابہؓ جنہوں نے اسلام کی خاطر قربانیاں دیں اُن کی موجودگی میں اسے بادشاہ بننے کا کیا حق تھا۔ پھر ان صحابہؓ کی اولاد کی موجودگی میں میرا کیا حق ہے کہ بادشاہ بن جاؤں۔ یہ فرق ہے انسانوں کی دی ہوئی بادشاہت میں اور خدا تعالیٰ کی دی ہوئی بادشاہت میں۔ حضرت ابوبکرؓ کی بادشاہت خدا تعالیٰ کی دی ہوئی تھی۔ خدا تعالیٰ کی دی ہوئی بادشاہت اب تک چلی آرہی ہے اور قیامت تک ختم نہیں ہوگی۔ لیکن انسانوں کی دی ہوئی بادشاہت دوسری نسل میں

ہی ختم ہوگئی۔ پس دنیوی بادشاہوں کو بھی بادشاہت ملی۔ اس کا انکار نہیں کیا جاسکتا۔ اگر بِسْمِ اللّٰہ پڑھنے کے بغیر ان کا کوئی کام نہ ہوتا تو کافر ہر کام میں ہارا کرتے۔ دنیوی بادشاہوں کے ہارٹ (Heart) فیل ہوجاتے۔ ان کا کوئی بڑا کام بھی مکمل نہ ہوتا۔ لیکن عملی طور پر انہوں نے بڑے بڑے عظیم الشان اور حیرت انگیز کام کئے ہیں اور اب بھی کرتے ہیں۔ فرق صرف یہی ہے کہ دوسروں نے جو کچھ لیا وہ فقیروں کی طرح لیا۔ اور ایک کو خدا تعالیٰ نے دیا اور اُسے بیٹے کی طرح روٹی ملی۔

پس بِسْمِ اللّٰہ پڑھنے سے جو چیز ملتی ہے وہ اپنے حق کے طور پر ملتی ہے۔ اگر بِسْمِ اللّٰہ پڑھ لینے کے بعد کسی کو کوئی چیز ملتی ہے تو اُس کی گردن قیامت کے دن اونچی رہے گی۔ وہ کہے گا اے خدا! یہ چیز تو آپ کی تھی لیکن آپ نے ہی مجھے دے دی تھی میں نے چرائی نہیں۔ لیکن دوسرے لوگ جب خدا تعالیٰ کے سامنے کھڑے ہوں گے اور انہیں پوچھا جائے گا کہ تم کو یہ چیز کس نے دی؟ تو وہ کہیں گے حضور غلطی ہوگئی ہے۔ ہم نے اسے اپنی چیز سمجھ کر لے لیا تھا۔ اب یہ کتنا بڑا فرق ہے۔ رسول کریم ﷺ نے جب یہ فرمایا کہ جو شخص کام شروع کرنے سے پہلے بِسْمِ اللّٰہ نہیں پڑھتا اُس کا کام ابتر ہوتا ہے تو لوگوں نے غلطی سے یہ سمجھ لیا کہ بِسْمِ اللّٰہ پڑھنے کے بغیر کوئی بڑا کام ہوتا ہی نہیں۔ حالانکہ بڑے کام بِسْمِ اللّٰہ پڑھے بغیر بھی ہوتے ہیں۔ لیکن ایسے لوگوں کی کامیابی یزید کی طرح غاصبانہ ہوتی ہے۔ جو کامیابی بِسْمِ اللّٰہ پڑھنے کے بعد ہوتی ہے وہ کامیابی حاصل کرنے والے کا حق ہوتی ہے۔ وہ خدا تعالیٰ کا دیا ہوا مال ہوتا ہے چوری کیا ہوا نہیں ہوتا۔ اس لیے رسول کریم ﷺ نے فرمایا کہ بِسْمِ اللّٰہ پڑھے بغیر جو کامیابی ہوتی ہے وہ حقیقی کامیابی نہیں ہوتی۔ قیامت کے دن ایسے لوگوں کو شرمندہ ہونا پڑے گا۔ ایک شخص کے پاس اپنی کمائی کا روپیہ ہوتا ہے۔ دوسرا ایک اَور شخص کی جیب کاٹتا ہے اور روپیہ حاصل کرتا ہے۔ اب روپیہ تو دونوں کے پاس ہوگا لیکن ایک شخص کو ہر وقت ہتھکڑی کا خطرہ رہے گا اور ایک شخص خوش ہوگا کہ اُس نے خود محنت کی اور روپیہ حاصل کیا۔

پس جو شخص دنیوی تدابیر کے ذریعہ کوئی چیز حاصل کرتا ہے وہ قیامت کے دِن خدا تعالیٰ کے سامنے گردن نہیں اٹھا سکے گا۔ قیامت کے دن جب یزید اور چنگیز خان سے سوال ہوگا کہ تم نے

بادشاہت کس سے لی؟ تو وہ کہیں گے غلطی ہوگئی۔ہم نے اسے اپنی چیز سمجھ کر لے لیا تھا۔لیکن جب یہی سوال حضرت ابوبکرؓ سے ہوگا تو آپ فرمائیں گے یہ چیز حضور کی تھی اور حضور نے ہی مجھے دی۔ دیکھو یہ کتنا بڑا فرق ہے۔

پس بِسْمِ اللّٰہ کے اندر ایک بہت بڑی برکت ہے۔جس کی طرف رسول کریم ﷺ نے اشارہ کیا ہے۔لیکن لوگوں نے اسے مُعمّہ بنا دیا ہے کہ بِسْمِ اللّٰہ کے بغیر کسی کام میں برکت ہوتی ہی نہیں۔ برکت بیشک ہوتی ہے لیکن وہ غاصبانہ ہوتی ہے۔انسان کسی کا مال بغیر اجازت حاصل کئے اٹھا لیتا ہے۔وہ اس کا اپنا مال نہیں ہوتا۔اپنا مال وہی ہوتا ہے۔جو خدا تعالیٰ دیتا ہے۔پس جو شخص بِسْمِ اللّٰہ کہہ کر کوئی کامیابی حاصل کرتا ہے وہ اس کا حق ہوتا ہے۔لیکن جو بِسْمِ اللّٰہ پڑھے بغیر کوئی کامیابی حاصل کرتا ہے۔وہ اس کا اپنا حق نہیں ہوتا۔جو چیز اللہ تعالیٰ کی ہے وہ اللہ تعالیٰ کی اجازت سے ہی لی جاسکتی ہے۔پس بِسْمِ اللّٰہ ہر برکت کی کلید ہے اور اس سے فائدہ اٹھانا ہر مومن کا فرض ہے۔،،

(المصلح 2 رمئی 1953ء)

1: کنز العمال فی سنن الاقوال و الافعال (کتاب الاذکار) الکتاب الثانی فی الاذکار من قسم الاقوال. الباب السابع. الفصل الثانی فی فضائل السُّوَرِ والآیات والبَسْمَلَة۔ جُزء1۔صفحہ 277۔بیروت لبنان 1998ء

2: اسد الغابہ جلد 3 صفحہ 37 زیر عنوان عبداللہ بن عثمان بن عامر (ابوبکر) بیروت لبنان 2001ء

3: **مالنکوف**: کیورگی ماکسیم ایلیانووچ (Malenkov Georgi -Makism-ilianovich) روسی سیاست دان۔آرنبرگ (ORENBURG) خانہ جنگی کے دوران اس نے ریڈ آرمی کے ساتھ خدمات انجام دیں۔1946ء میں وزارتی کابینہ کا نائب صدر نشین ہوا۔1953ء میں وزیر اعظم مقرر ہوا۔1955ء میں زرعی بحران میں اسے قصوروار ٹھہرایا گیا۔چنانچہ اس نے وزارت عظمیٰ چھوڑ دی اور نائب صدر نشین اور بجلی کا وزیر مقرر ہوا۔خروشیف کی بہن سے شادی کی۔

(اردو جامع انسائیکلوپیڈیا جلد 2 صفحہ 1387 مطبوعہ لاہور 1988ء)

4: الکامل فی التاریخ لابن الاثیر (تاریخ ابن اثیر) جلد 4 صفحہ 129، 130۔بیروت 1965ء